تعارفِ کُتب

آرٹ انسانی فطرت کی ایک پیدائشی امنگ ہے جسے خود خالقِ کائنات نے اپنے ہر کام میں ملحوظ رکھا ہے۔ اس لیے بجائے خود اس کے ناجائز یا ممنوع ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس فطری امنگ نے اظہار کے جو جامے مغربی قوموں نے اختیار کیے ہوں اُن کے علاوہ کوئی دوسرا جامہ موزوں ہی نہیں ہو سکتا۔ مغربی اقوام کی نقالی میں ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آرٹ صرف ناچ، گانے، مصوری اور سنگ تراشی ہی میں منعکس ہوتا ہے اور ان کے دائرے سے باہر اس کا وجود عنقا ہے۔

دنیا کی ہر قوم اپنے مخصوص مزاج، اپنے تصورات و اعتقادات، اپنے معاشرتی حالات کے مطابق آرٹ کے مختلف جامے تراشتی ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ اس کرۂ ارضی پر آج تک جتنی قوموں نے مادہ پرستی کو اپنی زندگی کا شعار بنایا اُن کے آرٹ میں "حسی لذتیت" ہمیشہ ایک غالب عُنصر کی حیثیت سے شامل رہی۔

اسی موضوع پر دُنیا کے ایک مشہور ڈاکٹر برن ہارڈ اے۔ بار Dr. BERNHARD (A-BAUER) جو نسوانی امراض کا ماہر ہے، ایک نہایت دلچسپ کتاب بعنوان "خاتون اور محبت" (WOMAN AND LOVE) لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۹ء میں نیویارک سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں فاضل مصنف نے بڑی دیدہ وری سے عورت کے دل و دماغ اور اعصاب پر ناچ اور گانے کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ وہ گانے کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"گانا عورت کے اندر عشق کے جذبات کو بھڑکاتا ہے گویا خواہ وہ صاحب فن نہ

بھی ہو، لیکن اگر وہ حسین ہے تو عورت اُس سے لازمی طور پر متاثر ہوتی ہے اور خصوصاً جب اُس کے نغموں میں عشق کی کلفتوں اور مسرتوں کا بیان ہو تو اُس کا سحر ناقابلِ بیان ہوتا ہے۔ ایک عورت جب آنکھیں بند کر کے، دل و دماغ کی یکسوئی کے ساتھ پُرسوز نغموں کو سنتی ہے تو اُسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ اُس کی نبض کی حرکت عشق کے جذبہ کی وجہ سے تیز ہو رہی ہے اور اس میں گانے والے کا حسن و جمال بھی خود نغمہ بن کر اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر رہا ہے"

"بہت سے اچھے گھرانوں کی عورتیں جو کبھی بڑے عزت و احترام کے ساتھ اپنے خاندان میں مسرت اور شادمانی کی زندگی بسر کر رہی تھیں، انہوں نے گویوں کے عشق میں اپنے خاوندوں اور اولاد کو الوداع کہا"

ڈاکٹر بارسا زکے نفسیاتی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے بڑے واشگاف الفاظ میں کہتا ہے :-

"ساز" گانے کے بغیر بھی مرد اور عورت کے قلبی سکون کو جس طرح غارت کرتا ہے اُس کا عام لوگوں کو بہت کم احساس ہوتا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس سے انسان کے حسی جذبات میں تلاطم برپا ہو جاتا ہے اور خاص طور پر اُس کے صنفی میلانات میں تو شدید طوفان اٹھنے لگتے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ہی متاثر ہوتے ہیں لیکن اس کے اثرات کا جب میں نے ذرا گہرائی میں اتر کر جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کا اثر صنف نازک پر زیادہ تیز، شدید اور دیرپا ہوتا ہے"

ڈاکٹر بار نے اسی تصنیف میں "ناچ" پر بھی بڑی ہی فکر انگیز بحث کی ہے۔ اس ضمن میں اُس نے سب سے پہلے اس سوال کو اٹھایا ہے کہ انسان آغاز ہی سے اس کا کیوں اتنا دلدادہ چلا آرہا ہے۔ اس کا جواب وہ یہ دیتا ہے کہ جس طرح بھوک انسان کا ایک بالکل فطری تقاضا ہے اور اسے پورا کرنے کے لیے وہ مختلف قسم کی سرگرمیوں میں منہمک رہتا ہے

بالکل اسی طرح وہ اپنے صنفی جذبات کی تسکین کے لیے مختلف قسم کے طریقے اختیار کرتا ہے اور ناچ اس لذت کے حاصل کرنے کا ہمیشہ ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے:۔

"تھرکتا ہوا حسین وجمیل جسم، جب کہ اس کے مختلف اعضا بھی نمایاں ہوں تماشائیوں کے سفلی جذبات کو لازمی طور پر بھڑکاتا ہے۔"

پھر وہ مخلوط ناچ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جسموں کا ایک دوسرے کے ساتھ لمس صنفی میلانات کے اندر تحریک پیدا کرتا ہے ناچ کے دونوں شرکا بالکل غیر محسوس طور پر اپنے شہوانی احساسات کو ایک دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر بار نے اپنی کتاب میں ناچ اور گانوں کے بڑھتے ہوئے رجحانات پر بڑے بنچے تلے انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے اُس کا احساس یہ ہے کہ یہ ساری سرگرمیاں جنہیں لوگ ثقافت کے نام سے موسوم کرتے ہیں درحقیقت انسان کے سفلی جذبات کو مہمیز لگاتی ہیں۔ ان سے نہ تو انسان کے فکر و نظر کو جلا ملتی ہے اور نہ ہی احساسات کی تہذیب ہوتی ہے۔

بے جا نہ ہوگا کہ ہم آخر میں ڈاکٹر بار کے اُن افکار کو بھی نقل کردیں جو اُس نے "فیشن کی ستم رانیوں" کے تحت قلمبند کیے ہیں۔ وہ تنگ، چُست اور نیم عُریاں لباسوں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نظر کے ذریعہ لوگوں کے شہوانی جذبات کو اگر سب سے زیادہ بھڑکایا جا سکتا ہے تو وہ جسم کی عریانی ہے۔ اس بنیادی حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے لوگوں نے ایسے لباس زیبِ تن کرنے شروع کردیئے ہیں جن سے جسم کے بعض حصے پوری طرح نمایاں ہوتے ہیں اور اس فیشن نے ایک طوفان کی صورت اختیار کرلی ہے صنفِ نازک کے بازو بغلوں تک، ٹانگیں پنڈلیوں تک اور جسم کے اوپر کا حصّہ کافی حد تک برہنہ ہوتا ہے اور مرد کی نگاہوں کی عین زد میں رہتا ہے۔ اس کی وجہ آخر کیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ سفلی جذبات کی انگیخت کے لیے نہیں کیا جاتا؟"